قرآن کا تصور عدل

محمد عمر اسلم اصلاحی

عدل کا ایک تصور تو وہ ہے جو اس وقت بالکل عام اور رائج ہے جس میں ہر چیز کو ایک ہی پیمانہ سے برابر سرابر ناپا جاتا ہے لیکن عدل کا ایک تصور اور ہے اور وہ قرآنی ہے جس میں انصاف کے تمام تقاضوں کو پورا کیا جاتا ہے، خزف اور گہر میں فرق کیا جاتا ہے، ان کی الگ الگ قیمت متعین کی جاتی ہے اور ہر چیز کو اس کی حیثیت، اہمیت اور قیمت کے لحاظ سے ناپا یا تولا جاتا ہے۔

عام طور سے عدل، قسط اور مساوات مترادف کے طور پر بولے اور لکھے جاتے ہیں اور اس میں شبہ نہیں کہ کم از کم عدل اور قسط کا استعمال تو بطور مترادف ہوتا بھی ہے۔ لیکن ان کو بہر صورت یکساں طور سے مترادف سمجھنا ایک بڑی غلطی ہے۔ اسی غلط تصور سے فائدہ اٹھا کر معاندین اسلام نے اسلام کے تصور عدل کو اپنی تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور متعدد قرآنی تعلیمات کو خلاف عدل اور ظالمانہ قرار دیا ہے۔ خواہ وہ وراثت میں حقوق کا معاملہ ہو، چار بیویوں سے شادی کا مسئلہ ہو یا مرد کی قوامیت کا امر ہو بالعموم ان امور و مسائل میں ہماری تقریریں یا تحریریں یا تو دفاعی نوعیت کی ہیں یا عقیدت مندانہ اظہار خیال پر مبنی۔ ظاہر ہے کہ قرآن و سنت سے جن کا تعلق عقیدت مندانہ نہیں ہے وہ ہمارے دلائل سے مطمئن نہیں ہو سکتے، اس لیے سب سے پہلے تو ضرورت اس بات کی ہے کہ ان تینوں الفاظ کے قرآنی استعمالات پر غور کریں اس کے بعد طے کریں کہ آیا عدل اور مساوات دونوں ایک ہی چیز ہے یا دونوں دو مختلف چیزیں اور یہ کہ اسلامی تعلیمات مبنی بر عدل ہیں یا مبنی بر مساوات۔

عدل کے قرآنی استعمالات

قرآن نے اس لفظ کو مختلف معانی میں استعمال کیا گیا ہے اور انھیں آیات کے حوالہ سے سمجھا جاسکتا ہے۔

ا۔متناسب بنانا۔

۲۔ برابری کا معاملہ کرنا

۳۔ ہمسر ٹھہرانا

۴۔ معاوضہ یا بدلے میں دینا

۵۔ انصاف کرنا یا انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنا

متناسب بنانا

قرآن کہتا ہے:

يَـٰٓأَيُّهَا الْإِنسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ الَّذِىْ خَلَقَكَ فَسَوَّاكَ فَعَدَلَكَ. (الانفطار:۶۔۷)

اے انسان! تجھے تیرے رب کریم سے کس چیز نے دھوکے میں ڈال رکھا ہے جس نے تجھ کو پیدا کیا پھر تیرے اعضاء کو درست کیا پھر تجھ کو متناسب بنایا۔

یہاں لفظ عدل متناسب بنانے کے معنیٰ میں استعمال ہوا ہے اور یہ بھی دراصل انصاف کرنے ہی کی ایک شکل ہے کیوں کہ انسان کو جس جسمانی تناسب کی ضرورت تھی اللہ تعالیٰ نے اسے وہی تناسب عطا کر کے اس کے مقام و مرتبہ کے ساتھ انصاف کیا ہے۔

برابری کا معاملہ کرنا

برابری کے معنیٰ میں یہ لفظ اس آیت میں استعمال ہوا ہے:

وَ لَنْ تَسْتَطِيْعُوْا أَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا. (النساء:۱۲۹)

اورتم ہر گز عورتوں کے معاملہ میں برابری نہیں کر سکتے اگر چہ تم اس کی حرص کرو تو بالکل ایک ہی طرف اس طرح نہ جھک جاؤ کہ دوسری کو اُدھر لٹکتی چھوڑ دو اورتم اپنا طرز عمل درست رکھو اور اللہ سے ڈرو تو اللہ چشم پوشی کرنے والا ، رحم کرنے والا ہے۔

اس آیت میں بتایا یہ گیا ہے کہ اگر ایک شخص کے پاس کئی بیویاں ہوں تو یہ ممکن نہیں ہے کہ ان سب کی طرف اس کا میلان یکساں ہو۔ بعض بیویوں کے امتیازی اوصاف شوہر کے التفات کو اپنی جانب کھینچ سکتے ہیں اور وہ انتہائی عدل گستر ہونے کے باوجود سب کے لئے اپنے دل میں یکساں محبت پیدا نہیں کر سکتا۔ یہ چیز کسبی نہیں بلکہ وہبی ہوتی ہے۔ اسی لئے اگر وہ شوہر عدل کے تقاضوں کو اس طرح پورا کر رہا ہو کہ نہ کسی کی خوراک میں امتیاز برتتا ہو، نہ پوشاک اور نہ سلوک میں تو باوجود یکہ اس کے دل میں ان سب کے لئے یکساں محبت نہیں ہے وہ قابل مواخذہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے اس میلان طبع کو جس پر اسے اختیار بھی نہیں ہے معاف فرمائے گا اور اس کا آخرت میں کوئی نوٹس نہیں لے گا۔

ہمسر ٹھہرانا

قرآن مجید نے لفظ عدل کو ہمسر ٹھہرانے کے معنیٰ میں دو جگہ استعمال کیا ہے۔

ایک جگہ فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَ جَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ. (الأنعام:۱)

شکر ہے اللہ کا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور تاریکیوں اور روشنی کو بنایا پھر بھی وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اپنے رب کا ہمسر ٹھہراتے ہیں۔

دوسری جگہ فرمایا:

وَلا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِآيَاتِنَا وَالَّذِيْنَ لا يُؤْمِنُوْنَ بِالْآخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ. (الأنعام:۱۵۱)

اور تم ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کرو جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور یہی ہیں جو دوسروں کو اپنے رب کا ہمسر ٹھہراتے ہیں۔

معاوضہ یا بدلہ میں دینا

لفظ عدل اس معنیٰ میں چار مقامات پر استعمال ہوا ہے۔ ایک جگہ فرمایا:

وَ ذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّ لَهْوًا وَ غَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَ ذَكِّرْ بِهِ أَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌ بِمَا كَسَبَتْ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّلا شَفِيْعٌ وَ اِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لا يُؤْخَذْ مِنْهَا. (الأنعام:۷۰)

اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جنہوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنا رکھا ہے اور جن کو دنیا کی زندگی نے دھوکے میں ڈال رکھا ہے اور اس (قرآن) کے ذریعہ نصیحت کرتے رہو مبادا کہ کوئی شخص اپنے کئے کی پاداش میں ہلاکت کے حوالہ ہو جائے اس حال میں کہ اس کو اللہ سے بچانے والا کوئی مددگار نہ ہو اور اگر وہ دنیا بھر کا معاوضہ بھی دے دے تب بھی قبول نہ کیا جائے۔

دوسری جگہ فرمایا:

وَاتَّقُوْا يَوْمًا لا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَفْسٍ شَيْئًا وَّلا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَلا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلا هُمْ يُنْصَرُوْنَ. (البقرۃ:۴۸)

اور ڈرو اس دن سے جس دن کوئی کسی کے کام نہ آئے گا، نہ کسی کی طرف سے سفارش قبول کی جائے گی اور اس سے بدلے میں کچھ لیا جائے گا اور نہ ہی اس کی مدد کی جائے گی۔

اور معمولی تبدیلیٔ ترتیب الفاظ کے ساتھ اسی سورہ میں آگے ہے:

وَاتَّقُوْا يَوْمًا لا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَفْسٍ شَيْئًا وَّلا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَلا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّلا هُمْ يُنْصَرُوْنَ. (البقرۃ:۱۲۳)

اور ڈرو اس دن سے جس دن کوئی کسی کے کام نہ آئے گا نہ کسی سے کوئی بدلہ قبول کیا جائے گا اور نہ کوئی سفارش اس کے کام آئے گی اور نہ ان کی کوئی مدد کی جائے گی۔

چوتھی جگہ فرمایا:

يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لاَ تَقْتُلُوْا الصَّيْدَ وَ أَنْتُمْ حُرُمٌ وَ مَنْ قَتَلَهُ مِنْكُمْ مُتَعَمِّدًا فَجَزَاءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ أَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسَاكِيْنَ أَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا. (المائدۃ:۹۵)

اے ایمان والو! تم شکار کو مت مارو اس حال میں کہ تم احرام میں ہو اور تم میں سے جو شخص اس کو جان بوجھ کر مارے گا تو اس کا بدلہ اسی طرح کا جانور ہے جیسا کہ اس نے مارا ہے جس کا فیصلہ تم میں سے دو انصاف والے آدمی کریں گے اور یہ نذرانہ کعبہ پہنچایا جائے گا یا اس کا کفارہ ہے چند مسکینوں کو کھانا کھلانا یا اس کے بدلے میں روزے۔

اس آیت میں لفظ عدل دو جگہ استعمال ہوا ہے جن میں سے دوسرا بدلہ کے معنیٰ میں آیا ہے۔

انصاف کرنا

مذکورہ بالا مقامات کے علاوہ بہت سے مقامات پر یہ لفظ انصاف کرنے یا انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنے کے معنیٰ میں ہی استعمال ہوا ہے۔ ایک جگہ فرمایا:

يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ إِلٰى أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ وَلْيَكْتُبْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ. (البقرۃ:۲۸۲)

اے ایمان لانے والو! جب تم کسی مقررہ مدت کے لئے ادھار کا لین دین کرو تو اس کو لکھ لیا کرو اور اس کو لکھے تمہارے درمیان کا کوئی لکھنے والا انصاف کے ساتھ۔

آگے اسی آیت میں ہے:

فَإِنْ كَانَ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا أَوْ ضَعِيْفًا أَوْ لاَ يَسْتَطِيْعُ أَنْ يُّمِلَّ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهُ بِالْعَدْلِ. (البقرۃ:۲۸۲)

پس اگر وہ شخص جس پر حق آتا ہو نادان یا ضعیف ہو یا خود لکھوا نہ سکتا ہو تو اس کے ولی کو چاہئے وہ انصاف کے ساتھ لکھوا دے۔

سورۃ النساء کی ایک آیت ہے:

وَ اِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتَامٰی فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً. (النساء:۳)

اور اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ تم یتیموں کے معاملہ میں انصاف نہ کرسکو گے تو عورتوں میں سے جو تمہیں سازگار آئیں ان سے دو دو، تین تین، چار چار، تک کا نکاح کرلو اور اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ تم ان کے ساتھ انصاف نہ کرسکو گے تو ایک ہی نکاح کرو۔

پھر آگے اسی سورہ کی ایک اور آیت ہے:

وَ اِذَا حَکَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْکُمُوْا بِالْعَدْلِ. (النساء:۵۸)

اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔

سورۃ المائدہ میں ہے:

وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰیٓ اَنْ لَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی. (المائدۃ:۸)

اور کسی گروہ کی دشمنی تمہیں اس پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو، یہی تقویٰ سے زیادہ قریب ہے۔

اسی سورہ کی ایک اور آیت ہے جس کا حوالہ پیچھے بھی گزر چکا ہے۔

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّیْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ وَ مَنْ قَتَلَهٗ مِنْکُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ یَحْکُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْکُمْ هَدْیًا بٰلِغَ الْکَعْبَةِ اَوْ کَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰکِیْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِکَ صِیَامًا. (المائدۃ:۹۵)

اے ایمان لانے والو! تم شکار کو مت مارو اس حال میں کہ تم احرام میں ہو اور تم میں سے جو شخص اس کو جان بوجھ کر مارے گا تو اس کا بدلہ اسی طرح کا جانور ہے جیسا کہ اس نے مارا ہے جس کا فیصلہ تم میں سے دو انصاف والے آدمی کریں گے اور یہ نذرانہ کعبہ پہنچایا جائے گا یا اس کا کفارہ ہے چند مسکینوں کو کھانا کھلانا یا اس کے بدلے میں روزے۔

اس آیت میں پہلا عدل انصاف کے معنیٰ میں ہے۔ پھر آگے اسی سورہ میں ہے:

يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنَانِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ. (المائدۃ:۱۰۶)

اے ایمان لانے والو! جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آجائے تو وصیت کے وقت تمہارے درمیان گواہی کا طریقہ یہ ہے کہ تمہارے درمیان کے دو ایسے آدمی گواہ ہوں جو انصاف کرنے والے ہوں۔

سورۃ الانعام میں ہے:

وَ إِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى (الأنعام:۱۵۲)

اور جب تم بولو تو انصاف کی بات بولو خواہ وہ رشتہ دار ہو۔

اسی سورہ میں آگے ہے:

وَ تَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّ عَدْلًا لاَ مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ. (الأنعام:۱۱۵)

اور تمہارے رب کی بات پوری ہوئی سچائی اور انصاف کے اعتبار سے کوئی اس کے فرامین کو بدلنے والا نہیں ہے۔

سورۃ الاعراف میں ہے:

وَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى أُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَ بِهِ يَعْدِلُوْنَ. (الأعراف:۱۵۹)

اور موسیٰ کی قوم میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو حق کے مطابق رہنمائی کرتے ہیں اور اسی کے مطابق انصاف کے ساتھ فیصلہ کرتے ہیں۔

اسی سورہ میں آگے ہے:

وَ مِمَّنْ خَلَقْنَا أُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَ بِهِ يَعْدِلُوْنَ. (الأعراف:۱۸۱)

اور ہم نے جن کو پیدا کیا ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو حق کے مطابق رہنمائی کرتے اور اسی کے مطابق انصاف کے ساتھ فیصلہ کرتے ہیں۔

سورۃ الشوریٰ میں ہے:

فَلِذٰلِکَ فَادْعُ وَاسْتَقِمْ کَمَا أُمِرْتَ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ هُمْ وَ قُلْ آمَنْتُ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ کِتَابٍ وَ أُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَیْنَکُمْ. (الشوریٰ:۱۵)

پس تم اسی کی طرف بلاؤ اور اس پر جمے رہو جس طرح تم کو حکم ہوا ہے اور ان کی خواہشات کی اتباع نہ کرو اور کہو کہ اللہ نے جو کتاب اتاری ہے میں اس پر ایمان لایا ہوں اور مجھ کو یہ حکم ہوا ہے کہ میں تمہارے درمیان انصاف کروں۔

سورۃ النحل میں ہے:

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَیْنِ أَحَدُهُمَا أَبْکَمُ لَا یَقْدِرُ عَلیٰ شَیْءٍ وَهُوَ کَلٌّ عَلیٰ مَوْلَاهُ أَیْنَمَا یُوَجِّههُ لَا یَأْتِ بِخَیْرٍ هَلْ یَسْتَوِیْ هُوَ وَ مَنْ یَّأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَهُوَ عَلیٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ. (النحل:۷۶)

اللہ ایک مثال بیان کرتا ہے دو ایسے آدمیوں کی جن میں سے ایک گونگا ہے کوئی کام نہیں کر سکتا اور وہ اپنے مالک پر ایک بوجھ ہے وہ اس کو جہاں بھیجتا ہے اس سے کوئی بھلا کام نہیں بن پاتا کیا وہ اور ایک ایسا شخص برابر ہو سکتے ہیں جو انصاف کا حکم دیتا ہے اور وہ ایک سیدھی راہ پر ہے۔

پھر اسی سورہ میں آگے ہے:

اِنَّ اللّٰهَ یَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَاءِ ذِی الْقُرْبیٰ. (النحل:۹۰)

بے شک اللہ انصاف اور احسان کا اور قرابت داروں کو دینے کا حکم دیتا ہے۔

سورۃ الحجرات میں ہے:

وَ اِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَأَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا فَاِنْ بَغَتْ اِحْدَاهُمَا عَلَی الْأُخْریٰ فَقَاتِلُوْا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰی تَفِیْءَ اِلیٰ أَمْرِ اللّٰهِ فَاِنْ فَاءَ تْ فَأَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ. (الحجرات:۹)

اور اگر مومنوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کراؤ پھر اگر ان میں کا ایک گروہ دوسرے گروہ پر زیادتی کرے تو اس گروہ سے لڑو جو زیادتی کرے یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے پھر اگر وہ لوٹ آئے تو ان کے درمیان انصاف کے ساتھ صلح کراؤ اور انصاف کرو بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

سورۃ الطلاق میں ہے:

فَاِنْ بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ أَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَ أَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَ أَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ. (الطلاق:۲)

پس جب وہ اپنی مدت کو پہنچ جائیں تو ان کو یا تو معروف کے مطابق رکھ لو یا معروف کے مطابق ان کو الگ کر دو اور اپنے میں سے دو انصاف کرنے والے گواہ رکھ لو اور گواہی ٹھیک ٹھیک اللہ کے لئے دو۔

ان تفصیلات سے معلوم ہوا کہ عدل کا استعمال خاص طور سے انصاف کے معنیٰ میں ہی ہے انصاف کے معنیٰ میں آنے والے عدل کا مصدر عدالت ہے اس کا ایک مصدر عدول ہے جس کے معنی عدالت سے مختلف ہوتے ہیں اب قابل غور امر یہ ہے کہ قسط کو قرآن کن معانی میں استعمال کیا ہے۔

قسط کے قرآنی استعمالات

قرآن نے اس لفظ کو متعدد مقامات پر انصاف کرنے یا انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے کے معنیٰ میں استعمال کیا ہے۔ ذیل میں آیات قسط نقل کی جاتی ہیں تا کہ ان کا محل استعمال سامنے رہے۔

سورۃ البقرہ میں پہلے اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر تم ادھار کا لین دین کرو تو اپنا یہ لین دین باقاعدہ تحریری شکل میں لے آؤ اور تحریر تیار کرتے وقت دو گواہ بھی کھڑا کر لو اور اگر لین دین کرنے والے تحریر و کتابت سے واقف نہ ہوں تو ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ کسی لکھنے والے کو بلا لیں اور جسے بلائیں وہ ضرور جائے البتہ صحیح صحیح لکھے، جانب داری کا مظاہرہ نہ کرے اس کے بعد فرمایا:

ذٰلِكُمْ أَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَ أَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَ أَدْنٰىٓ أَلَّا تَرْتَابُوْا. (البقرۃ: ۲۸۲)

یہ لکھ لینا اللہ کے نزدیک انصاف کے تقاضے کو زیادہ بہتر پورا کرنے والا ہے، گواہی کو زیادہ درست رکھنے والا ہے اور یہ زیادہ قریب ہے اس کے کہ تم کسی شک میں نہ پڑو۔

ایک موقع پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں خود انصاف کے تقاضے کو مکمل طور سے پورا کرتا ہوں۔ چنانچہ فرمایا:

شَهِدَ اللّٰهُ أَنَّهُ لاَ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَ أُولُوا الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ. (آل عمران:۱۸)

اللہ، فرشتوں اور اہل علم کی گواہی ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اس حال میں کہ وہ انصاف کو قائم کرنے والا ہے۔

یہ لفظ اسی سورہ میں ایک جگہ اور استعمال ہوا ہے اور وہ یہ ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِآيَاتِ اللّٰهِ وَ يَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَ يَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ يَأْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيْمٍ. (آل عمران:۲۱)

بے شک وہ لوگ جو اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہیں، نبیوں کو ناحق قتل کرتے رہے ہیں اور ان کو قتل کرتے رہے ہیں جو انصاف کی دعوت دیتے رہے ہیں ان کو ایک دردناک عذاب کی خوش خبری دے دو۔

سورۃ النساء میں ہے:

وِ اِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْيَتَامٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَ ثُلاَثَ وَ رُبَاعَ. (النساء:۳)

اگر تم کو اندیشہ ہو کہ یتیموں کے معاملہ میں تم انصاف کا تقاضا پورا نہیں کر سکو گے تو عورتوں میں سے جو تمہیں سازگار آئیں ان میں سے دو دو، تین تین، چار چار، سے نکاح کر لو۔

اسی سورہ میں آگے ہے:

وَ يَسْتَفْتُوْنَكَ فِی النِّسَآءِ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِی الْكِتَابِ فِیْ يَتَامَى النِّسَاءِ الّٰتِیْ لاَ تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَ تَرْغَبُوْنَ أَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْوِلْدَانِ وَ أَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتَامٰى بِالْقِسْطِ وَ مَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِيْمًا. (النساء:۱۲۷)

اور تم سے لوگ عورتوں کے بارے میں فتویٰ پوچھتے ہیں، کہہ دو اللہ ان کے بارے میں اور اس حکم کے بارے میں بھی جو تمہیں کتاب میں ان عورتوں کے یتیم بچوں کے بارے میں دیا جا رہا ہے جن کو تم وہ نہیں دیتے جو ان کے لئے لکھا گیا ہے لیکن ان سے نکاح کرنا چاہتے ہو اور بے سہارا بچوں کے بارے میں بھی یہ فتویٰ دیتا ہے کہ ان کے مہر دو اور یتیموں کے لئے انصاف قائم کرو اور جو مزید بھلائی تم کرو گے اللہ اس سے واقف ہے۔

اور آگے اسی سورہ میں ہے:

يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا كُوْنُوْا قَوَّامِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰى أَنْفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِيْنَ. (النساء:۱۳۵)

اے ایمان لانے والو! تم انصاف کو خوب قائم کرنے والے بن جاؤ اللہ کے لئے گواہی دینے والے بن کر خواہ وہ تمہارے خلاف ہو یا تمہارے والدین اور قرابت داروں کے خلاف۔

سورۃ المائدہ میں ہے:

يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا كُوْنُوْا قَوَّامِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ. (المائدہ:۸)

اے ایمان لانے والو! تم انصاف کو خوب قائم کرنے والے بن جاؤ اللہ کے لئے شہادت دینے والے بن کر۔

پھر آگے اسی سورہ میں پہلے اللہ تعالیٰ نے یہود اور منافقین کے کردار سے بحث کی ہے اور بتایا ہے کہ جب انہیں اپنا کوئی معاملہ رسول کے پاس لے جانے میں فائدہ نظر آتا ہے تو وہ اپنا معاملہ رسول کے پاس لے جاتے ہیں اور جہاں ان کو نقصان نظر آتا ہے وہاں آپ ﷺ کی عدالت سے گریز کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سے فرمایا کہ ایسے لوگوں کا معاملہ جب تمہاری عدالت میں آئے تو تمہیں اختیار ہے کہ ان کے معاملہ کا فیصلہ کرو یا انہیں واپس لوٹا دو۔ جب ان کا بھروسہ طاغوتی عدالت پر ہی ہے تو اپنے سارے معاملات وہیں لے جائیں، چاہے نفع ہو یا نقصان۔ تمہارے ہاں آنے کی کیا ضرورت؟ اس کے بعد فرمایا کہ اگر تم ان کا معاملہ لے ہی لو اور ان کا فیصلہ کرو ہی تو انصاف کے ساتھ کرو:

فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ. (المائدہ:۴۲)

تو ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

اور سورۃ الأنعام میں ہے:

وَ أَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ. (الأنعام:۱۵۲)

اور ناپ اور تول پورا کرو تقاضائے انصاف کے مطابق۔

سورۃ الاعراف میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے یہ اعلان کرنے کا حکم دیا کہ:

قُلْ أَمَرَ رَبِّىْ بِالْقِسْطِ. (الاعراف:۲۹)

کہو کہ میرے رب نے انصاف کرنے کا حکم دیا ہے۔

سورہ یونس میں ہے:

اِنَّهُ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهُ لِيَجْزِىَ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ. (یونس:۴)

بے شک وہ پیدائش کا آغاز کرتا ہے اور وہی اس کا اعادہ بھی کرے گا تا کہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے تقاضائے انصاف کے مطابق بدلہ دے۔

اور آگے اسی سورہ میں ہے:

وَ لِكُلِّ أُمَّةٍ رَسُوْلٌ فَاِذَا جَاءَ رَسُوْلُهُمْ قُضِىَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ. (یونس:۴۷)

اور ہر امت کے لئے ایک رسول ہے پھر جب ان کا رسول آ جاتا ہے تو ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جاتا ہے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا جاتا۔

اور آگے اسی سورہ میں ہے:

وَلَوْ أَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِى الْأَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهِ وَأَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَأَوُا الْعَذَابَ وَقُضِىَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ. (یونس:۵۴)

اور اگر اس شخص کو جس نے ظلم کیا وہ سب کچھ مل جائے جو زمین میں ہے تو وہ اس کو فدیہ میں دے دینا چاہے گا اور وہ پشیمان ہوں گے جب عذاب کو دیکھیں گے (لیکن ان کو ان چیزوں کا کوئی فائدہ نہیں مل پائے گا) اور ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور ان پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا:

يٰقَوْمِ أَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِيْنَ. (ہود:۸۵)

اے میری قوم کے لوگو! ناپ اور تول کو پورا کرو انصاف کے تقاضے کو پورا کرتے ہوئے اور لوگوں کو ان کی چیزیں گھٹا کر نہ دو اور زمین میں فساد نہ مچاؤ۔

قیامت کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ نَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَ اِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا وَ كَفٰى بِنَا حَاسِبِيْنَ. (الأنبیاء:۴۷)

اور ہم قیامت کے دن انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے والے ترازو رکھ دیں گے پس کسی پر ذرا بھی ظلم نہ ہوگا اور اگر کسی کا عمل رائی کے دانہ کے برابر بھی ہوگا تو ہم اس کو بھی سامنے لا دیں گے اور ہم حساب کرنے کے لئے کافی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے منہ بولے بیٹوں کے بارے میں ہدایت دیتے ہوئے فرمایا:

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَاءِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ. (الأحزاب:۵)

تم ان کو ان کے باپوں سے ہی منسوب کرو، یہ اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف کی بات ہے۔

اہل ایمان کے باہمی نزاع کی صورت میں فریقین کے علاوہ باقی افراد کی ذمہ داریوں کا احساس دلاتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ اِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَأَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا فَاِنْ بَغَتْ اِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْءَ اِلٰى أَمْرِ اللّٰهِ فَاِنْ فَاءَتْ فَأَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ. (الحجرات:۹)

اور اگر مومنوں کے دوگروہ آپس میں لڑ جائیں تو ان کے درمیان صلح کراؤ پھر اگر ان میں کا ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے تو اس گروہ سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے فیصلہ کی طرف لوٹ آئے۔ اب اگر وہ لوٹ آئے تو ان کے درمیان انصاف کے ساتھ صلح کراؤ اور انصاف کے تقاضے کو پورا کرو بے شک اللہ انصاف کا تقاضا پورا کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

سورۃ الرحمٰن میں ہے:

وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ أَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ وَ أَقِيمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ. (الرحمٰن:۷-۹)

اور اس (اللہ) نے ترازو رکھ دیا ہے کہ تم تولنے میں زیادتی نہ کرو اور تم تولو انصاف کے ساتھ اور تول میں کمی نہ کرو۔

ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کی بعثت کی غایت بتاتے ہوئے فرمایا:

لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَ أَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ. (الحدید:۷-۹)

اور ہم نے اپنے رسولوں کو واضح نشانیوں کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان اتاری تا کہ لوگ انصاف کو قائم کریں۔

ایک دوسری جگہ ان غیر مسلموں کے ساتھ سلوک کے آداب بتاتے ہوئے فرمایا جو اسلام اور مسلمان کے درپے آزار نہیں ہیں:

لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَ تُقْسِطُوْا إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ. (الممتحنۃ:۸)

اللہ تم کو ان لوگوں سے نہیں روکتا جنہوں نے دین کے معاملہ میں تم سے جنگ نہیں کی ہے اور تم کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا ہے کہ تم ان کے ساتھ بھلائی کرو اور تم ان کے ساتھ انصاف کرو بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

قسطاس

لفظ قسط سے قسطاس بھی بنا ہے جس کے معنیٰ ترازو کے ہیں اور ترازو انصاف کے تقاضے کو مکمل طور سے پورا کرتا ہے۔ یہ لفظ قرآن مجید میں دو جگہ استعمال ہوا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

وَ أَوْفُوا الْكَيْلَ إِذَا كِلْتُمْ وَ زِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَ أَحْسَنُ تَأْوِيْلًا. (بنی اسرائیل:۳۵)

اور تم پورا پورا ناپو جب ناپو اور سیدھے ترازو سے وزن کرو، یہ طریقہ بھی اچھا ہے اور اس کا انجام بھی اچھا ہے۔

اور دوسری جگہ ہے:

وَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُخْسِرِينَ وَ زِنُوا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَ هُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ. (الشعراء:۱۸۱-۱۸۲)

اور تم لوگ پورا پورا ناپو اور نقصان دینے والوں میں سے نہ بنو اور سیدھے ترازو سے تولو اور لوگوں کو ان کی چیزیں گھٹا کر نہ دو اور زمین میں فساد نہ پھیلاؤ۔

مساوات کے قرآنی استعمالات

قرآن مجید میں اس مادہ سے آنے والے تسویة ، مساوات ، استواء ، سویّ اور سواء اٹھاسی مقامات پر استعمال ہوئے ہیں۔ان تمام کے معنیٰ بھرنا، برابر کرنا، ہموار کرنا، سیدھا کرنا اور درست کرنا ہی ہے۔مثلاً:

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَىٰ الَّذِیْ خَلَقَ فَسَوَّىٰ. (الأعلیٰ:۲)

اپنے رب اعلیٰ کے نام کی کبریائی بیان کرو جس نے پیدا کیا پھر ٹھیک کیا۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

ءَ أَنْتُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَمِ السَّمَاءُ بَنَاهَا رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوَّاهَا. (النازعات:۲۷-۲۸)

آیا تمہارا بنانا زیادہ مشکل ہے یا آسمان کا جس کو اس نے بنایا اس کی چھت کو بلند کیا اور اس کو درست کیا۔

اسی طرح یاجوج اور ماجوج کی دہشت گردی سے تنگ قوم نے جب ذوالقرنین سے گزارش کی کہ جناب ہمیں اس مفسد قوم کے شر و فساد سے نجات دلائیے تو انہوں نے ان کو جو جواب دیا اور ان کی گزارش پر جو کارروائی کی اس کا ذکر قرآن نے یوں کیا ہے:

وَ آتُونِیْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ حَتّٰى اِذَا سَاوَىٰ بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ انْفُخُوا. (الکہف:۹۶)

میرے پاس لوہے کے ٹکڑے لاؤ یہاں تک کہ جب اس نے دونوں پہاڑوں کے درمیان کے خلا کو پاٹ کر برابر کر دیا تو کہا آگ دہکاؤ۔

حضرت موسیٰ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَاسْتَوَىٰ. (القصص:۱۴)	پس جب وہ (موسیٰ) اپنی جوانی کو پہنچا اور پورا ہوگیا۔

اسی طرح تمام مقامات پر اس مادہ سے آنے والے الفاظ کے وہی معنیٰ ہیں جو اوپر بیان کیے گئے البتہ استوی جب بصلہ علیٰ آیا ہے تو متمکن ہونے اور جب بصلہ الیٰ آیا ہے تو متوجہ ہونے کے معنیٰ میں ہوگیا ہے۔ مثلاً:

اَللّٰهُ الَّذِىْ رَفَعَ السَّمَاوَاتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ. (الرعد:۲)	اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں کو بلند کیا بغیر ایسے ستون کے جو تمہیں نظر آئے پھر وہ عرش حکومت پر متمکن ہوا۔
هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِى الْأَرْضِ جَمِيْعًا ثُمَّ اسْتَوَىٰ اِلَى السَّمَآءِ. (البقرۃ:۲۹)	وہی ہے جس نے تمہارے لئے وہ سب کچھ پیدا کیا جو زمین میں ہے پھر آسمانوں کی طرف متوجہ ہوا۔

عدل، قسط اور مساوات کے معانی کا فرق

ان الفاظ کے استعمالات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عدل اور قسط بالعموم انصاف کرنے کے معنیٰ میں آتے ہیں اور یہ دونوں لفظ قرآنی اصطلاحات میں سے ایک اصطلاح کی حیثیت رکھتے ہیں جب کہ مساوات محض برابر کرنے یا برابری کا معاملہ کرنے کے معنیٰ میں آتا ہے، یہ بہ ہمہ پہلو عدل کا مترادف نہیں ہے یہ تو مغرب کا کمال ہے کہ اس نے عدل اور مساوات دونوں کو ایک ہی معنیٰ کے لئے بطور اصطلاح پیش کر دیا اور لوگوں نے پوری سادگی اور سادہ لوحی کے ساتھ اسے قبول کرلیا۔ عدل اور قسط میں بھی جو انصاف کرنے کے معنیٰ میں ہیں ایک لطیف سا فرق ہے جسے بالعموم ملحوظ نہیں رکھا گیا ہے۔

صاحب الفروق اللغویۃ لکھتے ہیں:

القسط هو العدل البين الظاهر والعدل قد يكون ما يخفى و منه سمى المكيال قسطا والميزان قسطا لانه يصور لک العدل فی الوزن حتی تراه ظاهرا ولهذا قلنا: ان القسط هو النصيب الذی بينت وجوهه.[1]	قسط اس انصاف کا نام ہے جو بالکل واضح اور ظاہر ہو اور عدل اس انصاف کا نام ہے جو مخفی ہوتا ہے اسی لیے ناپ اور تول کے پیمانوں کو قسط کہا گیا ہے کیوں کہ وہ تمہارے سامنے وزن میں انصاف کو اس طرح مصور کر دیتے ہیں کہ تمہیں نظر آتا ہے۔ اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ قسط وہ حصہ ہے جس کے وجوہ بالکل ظاہر ہوتے ہیں۔

اس تشریح سے معلوم ہوتا ہے کہ عدل اس انصاف کا نام ہے جسے صرف محسوس کیا جا سکتا ہے اور قسط اس انصاف کا نام ہے جسے دیکھا بھی جا سکتا ہے۔ اس لحاظ سے کہا جا سکتا ہے کہ عدل کا اطلاق آراء اور فیصلوں پر ہوتا ہے جب کہ قسط کا اطلاق انصاف کے عملی مظاہر پر ہوتا ہے۔ ان دونوں لفظوں کا بہت واضح فرق اللہ کے رسول ﷺ کی اس حدیث میں نظر آتا ہے جو حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

اذا حکموا عدلوا و اذا قسّموا أقسطوا.[2]	جب لوگ فیصلہ کریں تو عدل سے کام لیں اور جب تقسیم کریں تو قسط کا مظاہرہ کریں۔

تو معلوم یہ ہوا کہ عدل نام ہے اس انصاف کا جو آراء و خیالات اور فیصلوں میں مطلوب ہے اور قسط نام ہے اس انصاف کا جو انصاف کے تقاضوں کو پورا کرے اور اس کے عملی مظاہر سامنے لائے اور مساوات نام ہے محض برابری اور یکسانیت کا۔ اس تفصیل کی روشنی میں سورۂ حجرات کی اس آیت کا مفہوم بھی واضح ہو جاتا ہے جس کی تعیین میں مفسرین کے ہاں یا تو جھول نظر آتا ہے یا انہوں نے قسط کو عدل کا مترادف قرار دے دیا ہے یا پھر اسے عدل کی تاکید بتا دیا ہے[3] آیت ایک بار پھر ملاحظہ ہو:

وَ اِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَأَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا فَاِنْ بَغَتْ اِحْدَاهُمَا عَلَى الْاُخْرىٰ فَقَاتِلُوْا الَّتِىْ تَبْغِىْ حَتّٰى تَفِيْءَ اِلٰى أَمْرِ اللّٰهِ فَاِنْ فَاءَ تْ فَأَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ. (الحجرات:۹)

اور اگر مومنوں کے دو گروہ آپس میں لڑ جائیں تو ان کے درمیان صلح کراؤ پھر اگر ان میں کا ایک گروہ دوسرے گروہ پر زیادتی کرے تو اس گروہ سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے اب اگر وہ لوٹ آئے تو ان کے درمیان عدل کے ساتھ صلح کراؤ اور عدل کے تقاضوں کو پورا کرو بے شک اللہ عدل کے تقاضوں کو پورا کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

یعنی ان کے درمیان انصاف کے ساتھ صلح بھی کراؤ اور اسے عملی جامہ بھی پہناؤ۔

اگر ہم ان تینوں الفاظ کے فرق کو سامنے رکھ کر اسلام کے تصور عدل کو پیش کریں تو کسی کے لئے بھی اسلام کے تصور عدل پر اعتراض کرنے کی گنجائش نہیں نکل سکے گی۔ معاندین اسلام نے اب تک جن جن پہلوؤں سے اسلام پر اعتراض کیا ہے ان تمام میں اللہ تعالیٰ کا مطالبہ عدل کا ہے مساوات کا نہیں۔ اور اسلام میں ہر جگہ مساوات مطلوب بھی نہیں ہے کیوں کہ نہ یہ ممکن ہے اور نہ مفید۔

اسلام نے عدل وقسط کا جو تصور پیش کیا ہے اس میں امیر وغریب اور اپنے و پرائے کی کوئی تفریق نہیں ہے اگر کوئی امیر کسی غریب کی حق تلفی کرتا ہو تو اسلام نے امیر کو سزا دینے اور غریب کو اس کا حق دلانے کا حکم دیا ہے۔ اسی طرح اگر اپنا کوئی رشتہ دار ظالم اور پرایا مظلوم ہو تو اسلام نے اپنے اس ظالم رشتہ دار کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے اور پرائے کی حمایت کرنے کا حکم دیا ہے۔

عدل کے سب سے اہم دو تقاضے

عدل کے دو انتہائی اہم اور بنیادی تقاضے ہیں جن میں سے ایک اہم تقاضا تو یہ ہے کہ جس خدا نے ہمیں پیدا کیا ہے جو ہماری روزی کا سامان کرتا ہے اور جس نے ہمارے لئے کائنات کی بے شمار چیزیں پیدا کی ہیں ہم اس کے احسان منداور شکر گزار رہوں اور اس کی احسان مندی اور شکر گزاری یہ ہے کہ ہم زبان پر بھی کلمات تشکر لائیں اور عملاً بھی ان چیزوں کا استعمال اس کی ہدایات کے مطابق کریں۔قرآن کہتا ہے:

كَـذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلىٰ مَا هَدَاكُمْ . (الحج:۳۷)

اسی لئے اللہ نے ان (جانوروں) کوتمہارے لئے مسخر کر دیا ہے تا کہ تم اس پر اللہ کی بڑائی بیان کرو جواس نے تمہیں بخشی ہیں۔

اور آیت ذیل میں تو عدل سے خصوصیت کے ساتھ اللہ کے حق کی ادائیگی کی طرف ہی اشارہ ہے:

اِنَّ اللّٰـهَ يَـأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَ اِيْتَاءِ ذِى الْقُرْبىٰ. (النحل:۹۰)

بے شک اللہ انصاف اور احسان کا اور قرابت داروں کو دینے کا حکم دیتا ہے۔

زبان پر کلمات تشکر لانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو سبق سکھائے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے:

اَلْحَـمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ اَنْزَلَ عَلىٰ عَبْدِهِ الْكِتَـابَ وَلَـمْ يَجْعَلْ لَّهُ عِوَجًا. (الکہف:۱)

شکر ہے اللہ کا جس نے (ہماری ہدایت کے لئے) اپنے بندے پر کتاب اتاری اور اس میں کوئی کجی نہیں رکھی۔

ایک دوسری جگہ فرمایا:

فَلِلّٰـهِ الْحَمْد رَبِّ السَّمٰوٰاتِ وَرَبِّ الْأَرْضِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ. (الجاثیۃ:۳۶)

شکر ہے اللہ کا جو آسمانوں کا رب ہے اور زمین کا یعنی رب العالمین ہے۔

اور عمل سے اس کا شکر ادا کرنے کی صورت یہ ہے کہ اس نے جو حکم بھی دیا ہے ہم اسے تسلیم کریں اور اس کے مطابق زندگی گزاریں، اسی کی ایک جامع تعبیر عمل صالح

ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں سے فرمایا:

يٰٓأَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا. (المومنون:۵۱)

اے رسولو! تم پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور عمل صالح کرو۔

اور بعض مقامات پر تو اللہ تعالیٰ نے عمل صالح کو سیدھے سیدھے اپنے شکر سے تعبیر بھی کیا ہے، چنانچہ آل داؤد کو حکم دیتے ہوئے فرمایا:

اِعْمَلُوْا آلَ دَاوٗدَ شُكْرًا. (سبا:۱۳)

اے آل داود (اللہ کا) شکر ادا کرو۔

عدل کے اس تقاضے کی تکمیل کا ذریعہ قرآنی احکام وہدایات پر عمل درآمد ہے۔

عدل کا دوسرا اہم تقاضا یہ ہے کہ ہم اس دنیا کے بعد ایک اور دنیا کا تصور رکھیں کیوں کہ یہ دنیا دارالعمل ہے یہاں ہر ایک کو اس کے عمل کا بدلہ نہیں مل پاتا۔ بے شک بہت سے لوگ ایسے ہیں جو اچھا کام کرتے ہیں اور دنیا ہی میں انہیں اچھا بدلہ مل بھی جاتا ہے، اسی طرح بہت سے لوگ یہاں برائی کرتے ہیں اور انہیں یہیں ان کے کرتوت کی سزا بھی مل جاتی ہے۔ ہر چند کہ یہاں کی جزا یا سزا ہی کل جزا اور سزا نہیں ہے۔ جزا وسزا کی اصل جگہ تو آخرت ہے۔ تاہم یہاں وہ اپنے کردار کی جزا یا سزا کسی قدر دیکھ لیتے ہیں۔ لیکن بے شمار لوگ ہیں جو یہاں برائیاں کرتے رہتے ہیں لیکن کوئی ان کا ہاتھ پکڑنے والا نہیں ہوتا۔ کتنے ہی ظالم ہیں جو ظلم پر اپنی زندگی گزار دیتے ہیں لیکن ان کا کچھ نہیں بگڑتا اور کتنے ہی لوگ ہیں جن کی عمر ظلم سہتے سہتے گزر جاتی ہے اور ان کی یہاں دادرسی نہیں ہو پاتی۔ اب اگر آخرت تسلیم نہ کی جائے تو یہ دنیا اندھیر نگری نظر آتی ہے جب کہ ایسا فی الواقع ہے نہیں، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قیامت کو ظہور عدل کے لئے لازم قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

وَ نَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَ اِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا. (الأنبياء:۴۷)

اور ہم قیامت کے دن میزان عدل قائم کریں گے تو کسی جان پر ذرا بھی ظلم نہیں کیا جائے گا اور اگر کسی کا کوئی عمل رائی کے دانہ کے برابر بھی ہوگا تو ہم اس کو سامنے لا دیں گے۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ ظہور عدل کامل کے لئے قیامت کا آنا ناگزیر ہے۔

جولوگ قیامت کا انکار کرتے ہیں وہ گویا نیکی اور بدی میں کوئی تمیز نہیں کرتے ایسے ہی لوگوں کے سوچ اور عقیدہ پر تبصرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

أَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ آمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَوَاءً مَّحْيَاهُمْ وَ مَمَاتُهُمْ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ. (الجاثیۃ:۲۱)

کیا جن لوگوں نے برائیوں کا ارتکاب کیا ہے وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ان کو ان لوگوں کی طرح کر دیں گے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے؟ ان کی زندگی اور موت یکساں ہو جائے گی؟ بہت ہی برا ہے فیصلہ جو وہ کر رہے ہیں۔

اس کے بعد فرمایا:

وَ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ وَ لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَايُظْلَمُوْنَ. (الجاثیۃ:۲۲)

اور اللہ نے آسمانوں اور زمین کو غایت کے ساتھ پیدا کیا ہے (تاکہ وہ لوگوں کے درمیان مناسب فیصلہ کرے) اور تاکہ ہر جان کو اس کے کئے کا بدلہ دیا جائے اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

معلوم یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں جو نظام عدل قائم کیا ہے اس کا ایک اہم تقاضا تو یہ ہے کہ اس نظام کے قائم کرنے والے کی حیثیت و اہمیت کو پہچانا جائے اور دوسرا اہم تقاضا یہ ہے کہ اس نظام کو قائم کرنے والوں کو لازماً جزا اور اسے برباد کرنے والوں کو لازماً سزا ملے۔

قانون عدل کے قیام کی صورت

قانون عدل کے قیام کی صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانی زندگی کے لئے جو نظام قرآن کی صورت میں اتارا ہے اسے پوری وضاحت کے ساتھ لوگوں کے سامنے

پیش کر دیا جائے تا کہ لوگ اس کی میزان پر اپنے عقائد و نظریات اور اپنے اعمال و روایات کو رکھ کر یہ معلوم کر لیں کہ کیا حق ہے، کیا ناحق ؟ کیا صحیح ہے، کیا غلط ؟ کیا مفید ہے، کیا مضر؟ کیا مطلوب ہے اور کیا غیر مطلوب؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَ أَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ. (الحدید:۲۵)

بے شک ہم نے اپنے رسولوں کو واضح دلائل کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان اتاری تا کہ لوگ عدل کا قیام عمل میں لائیں۔

اب اگر لوگ کتاب الٰہی کی روشنی میں عدل کا قیام عمل میں لانے کے لئے تیار ہیں تو بہت بہتر۔ یہی تو مقصود ہے لیکن اگر وہ اس نظام عدل کو قائم کرنے کے لئے تیار نہ ہوں تو قیام عدل کے لئے طاقت کا استعمال بھی کیا جا سکتا ہے تا کہ اللہ کی یہ زمین فساد سے محفوظ رہے۔ چنانچہ اسی آیت میں آگے فرمایا:

وَ أَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهُ وَ رُسُلَهُ بِالْغَيْبِ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ. (الحدید:۲۵)

اور ہم نے لوہا بھی اتارا جس میں بڑی قوت ہے اور لوگوں کے لئے اس میں اور بھی فائدے ہیں (تا کہ وہ اس میں ان کا امتحان کرے) اور تا کہ وہ جان لے اس کو جو اس کی اور اس کے رسولوں کی غیب میں مدد کرتا ہے بے شک اللہ طاقت والا، غلبہ والا ہے۔

یہاں لوہا نازل کرنے کا ذکر جس سیاق میں کیا ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قیام عدل میں رکاوٹ پیدا کرنے والوں کے خلاف اس کے استعمال کی نہ صرف یہ کہ اجازت دی ہے بلکہ اسے ناگزیر قرار دیا ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ اسی کے ذریعہ ان کا امتحان لینا چاہتا ہے جو اس پر ایمان لانے کے دعویدار ہیں۔ ورنہ اللہ کے پاس خود ایسی زبردست طاقت ہے کہ وہ ان لوگوں کو استعمال کئے بغیر بھی مفسدین کا خاتمہ چشم زدن میں کر سکتا ہے۔

اسلام کا کوئی قانون خلاف عدل نہیں ہے

اسلام کے بعض قوانین خلاف مساوات تو ہو سکتے ہیں لیکن اس کا کوئی قانون خلاف عدل نہیں ہے۔ پہلے عدل اور مساوات کے جس فرق کو واضح کیا گیا ہے اسے ایک مثال سے سمجھا جا سکتا ہے۔

ایک شخص کے چار بیٹے ہیں اور چاروں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ ایک کا تعلیمی خرچ ماہانہ دو ہزار روپے ہے، دوسرے کا ایک ہزار، تیسرے کا پانچ سو اور چوتھے کا دو سو، مساوات کا تقاضا یہ ہے کہ چونکہ سب ایک ہی باپ کے بیٹے ہیں اس لئے سب کو برابر برابر خرچ دیا جائے۔ اب اگر بڑے بیٹے کی رعایت سے سب کو دو دو ہزار روپے دے دئے جائیں تو بڑے بیٹے کا خرچ تو پورا ہو جائے گا لیکن بچے گا کچھ بھی نہیں۔ باقی بیٹوں کے خاصے روپے بچ جائیں گے جنہیں یا تو وہ پس انداز کریں گے یا اس میں اسراف کریں گے اور اگر دوسرے بیٹے کی رعایت سے ایک ایک ہزار روپے سب کو دئے جائیں تو بڑے بیٹے کا خرچ ہی نہیں پورا ہوگا اور دونوں چھوٹے بیٹوں کے روپے بچ جائیں گے۔

لیکن اگر عدل کے نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو عدل کا تقاضا یہ ہے کہ چونکہ تمام بیٹے ایک ہی شخص کے ہیں اور وہی سب کو تعلیم دلا رہا ہے اس لئے ہر ایک کو اس کی ضرورت اور خرچ کے لحاظ سے روپے دے۔ اس کے اس رویہ کو کسی پر بے جا نوازش کہا جا سکتا ہے اور نہ کسی کے ساتھ ناانصافی۔

اس پہلو سے اسلامی تعلیمات کا جائزہ لیا جائے تو ایک تعلیم بھی خلاف عدل نظر نہیں آئے گی اب ذیل میں چندان اسلامی تعلیمات کا ذکر کیا جاتا ہے جنہیں معاندین اسلام نے خلاف مساوات کہہ کر ان کے حوالہ سے اسلام کو ہدف تنقید بنایا ہے۔

تقسیم وراثت میں عدل

تقسیم وراثت کے سلسلہ میں معترضین اسلام کا سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ

مردوں کو عورتوں پر فوقیت دی گئی ہے اور عورت کا حصہ مرد کا نصف رکھا گیا ہے۔ وراثت کی یہ تقسیم غیر منصفانہ ہے۔ معترضین کو اس اعتراض کی گنجائش اس لئے ملی کہ ہم نے عدل اور مساوات کے فرق کو ان کے سامنے واضح نہیں کیا۔ ہم بڑی بے تکلفی کے ساتھ عدل و مساوات بطور مترادف استعمال کرتے آئے ہیں۔ اب آئیے تقسیم وراثت کی واقعی صورت حال کا جائزہ لیا جائے، تقسیم وراثت کے تمام اصولوں کو سامنے رکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ عورتوں کی کمزور پوزیشن کی وجہ سے اسلام نے تقسیم وراثت میں عورتوں کو مردوں سے زیادہ اہمیت دی ہے، اس لئے یہ اعتراض ہی بے بنیاد ہے۔ اس کا جائزہ ڈاکٹر رضی الاسلام ندوی نے اپنے مقالہ ''اسلامی نظام وراثت میں عورت کا حصہ'' میں بہت اچھے انداز میں پیش کیا ہے۔ انہوں نے ثابت کیا ہے کہ:

۱۔ اصحاب فرائض کی حیثیت سے عورتیں سترہ حالتوں میں حصہ پاتی ہیں جب کہ مرد صرف چھ حالتوں میں وراثت کے مستحق بنتے ہیں۔

۲۔ سب سے بڑا حصہ (دو تہائی) مردوں میں سے کسی کو نہیں ملتا جب کہ چار طرح کی عورتیں اس کی مستحق ہوتی ہیں۔

۳۔ نصف حصہ مردوں میں سے صرف شوہر کو ملتا ہے اور وہ بھی صرف اس صورت میں جب متوفیہ کی کوئی اولاد نہ ہو جب کہ یہ حصہ چار طرح کی عورتوں کو ملتا ہے۔

۴۔ تہائی حصے کی مستحق دو طرح کی عورتیں ہوتی ہیں اور ایک طرح کا مرد۔

۵۔ چھٹے حصے کے مستحق آٹھ افراد ہوتے ہیں جن میں سے مرد تین ہیں جب کہ عورتوں کی تعداد پانچ ہے۔

۶۔ چوتھا حصہ شوہر بھی پاتا ہے اور بیوی بھی، شوہر اس صورت میں جب متوفیہ کی کوئی اولاد ہو اور بیوی اس صورت میں جب میت کی کوئی اولاد نہ ہو۔

۷۔ آٹھواں حصہ صرف بیوی کو ملتا ہے جب کہ متوفی کی کوئی اولاد موجود ہو۔[۱۴]

اس جائزہ کی رو سے نہ تو تقسیم میں مساوات ہے اور نہ ظلم، البتہ عدل موجود ہے۔ عورتوں کا عمومی اور مجموعی حصہ زیادہ اس لئے رکھا گیا ہے کہ وہ صنف نازک ہے اور صنف نازک کو سہارے کی زیادہ ضرورت ہے اس لحاظ سے اسے زیادہ حالتوں میں مستحق وراثت ٹھہرا کر اس کی کمزور پوزیشن کے ساتھ انصاف کیا گیا ہے۔ صرف چار صورتیں ایسی ہیں جن میں عورت کا حصہ مرد سے کم ہے، لیکن وہ چار صورتیں ایسی ہیں جن کا سیاق اور مزاج بتا رہا ہے کہ یہ بھی اس صنف نازک پر نوازش ہی ہے۔

۱۔ ایک صورت یہ ہے کہ اگر کسی شخص کا انتقال ہو جائے اور اس کے اولاد نہ ہو تو اس کی وراثت والدین کو ملے گی۔ کل جائیداد کے تین حصے کئے جائیں گے ایک حصہ ماں کو ملے گا اور دو حصہ باپ کو۔

قرآن کہتا ہے:

فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ. (النساء:۱۱)	اگر اس کے کوئی اولاد نہ ہو اور اس کے والدین ہی اس کے وارث ہوں تو ماں کا حصہ تہائی ہوگا۔

۲۔ اگر شوہر کا انتقال ہو جائے اور اس کی بیوی بھی ہو اور اولاد بھی تو بیوی کو آٹھواں حصہ ملے گا اور اگر اولاد نہ ہو تو بیوی چوتھائی حصہ پائے گی۔

اور اگر بیوی کا انتقال ہو جائے اور اس کا شوہر بھی موجود ہو اور اولاد بھی تو شوہر کو چوتھائی حصہ ملے گا، اور اگر اولاد نہ ہو تو شوہر نصف پائے گا۔

قرآن کہتا ہے:

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوْصِيْنَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ فَاِنْ	اور تمہاری بیویوں نے جو کچھ چھوڑا ہو اس کا آدھا حصہ تم کو ملے گا اگر ان کے اولاد نہ ہوں تو اور اگر اولاد ہوں تو ایک چوتھائی تمہارا حصہ ہے ان کے ترکہ میں جو وصیت انہوں نے کی ہے اسے پورا کرنے اور

كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ. (النساء:١٢)

قرض دے دینے کے بعد، اور اگر تم بے اولاد ہو تو وہ تمہارے ترکہ سے چوتھائی حصہ پائیں گی اور اگر تمہارے اولاد ہو تو ان کو آٹھواں حصہ ملے گا وصیت کو پورا کرنے کے بعد جو تم نے کیا ہو اور قرض ادا کرنے کے بعد۔

۳۔میت کی اولاد میں اگر بیٹے اور بیٹیاں دونوں ہیں تو تقسیم میراث میں لڑکے کو دو حصہ ملے گا اور لڑکی کو ایک حصہ۔قرآن کہتا ہے:

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْ أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ. (النساء:١١)

اللہ تمہاری اولاد کے بارے میں تمہیں ہدایت دیتا ہے کہ مرد کو دو عورتوں کے برابر ملے۔

۴۔اگر میت کے حقیقی یا باپ شریک بھائی، بہن ہوں تو ان کو بھی اسی طرح مردوں کو عورتوں کے مقابلہ میں دوگنا ملے گا۔قرآن کہتا ہے:

وَإِنْ كَانُوْا إِخْوَةً رِجَالًا وَنِسَاءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ. (النساء:١٧٦)

اور کئی بھائی بہنیں ہوں تو مرد کو دو عورتوں کے برابر حصہ ملے گا۔

ان چاروں صورتوں پر غور کیجئے تو اندازہ یہ ہوتا ہے کہ یہاں عورت جو کچھ پا رہی ہے وہ اس کے لئے ایک نوازش ہے۔کیوں کہ اس پر کفالت کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔کہیں باپ اس کا کفیل ہے، کہیں شوہر اور کہیں بیٹا۔جس کے اوپر گھر کی کفالت کی کوئی ذمہ داری ہی نہیں اگر اس کو جائیداد میں حصہ نہ بھی ملے تب بھی اسے ظلم اور ناانصافی کا نام نہیں دیا جاسکتا تھا کیوں کہ اسے کچھ خرچ کرنا ہی نہیں ہے، بلکہ اس کے اپنے خرچ کی بھی ذمہ داری دوسروں کو ہی اٹھانی ہے پھر اسے جائیداد کی کیا ضرورت؟ لیکن ایک تو وہ صنف نازک ہے دوسرے کل اس پر ایسی پریشانی آسکتی ہے جہاں اسے خود ہی اپنے وجود کا بوجھ اٹھانا پڑے اس لئے اسے بالکل محروم نہیں رکھا گیا، وراثت کی یہ تقسیم خلاف مساوات تو ہوسکتی ہے لیکن اسے خلاف عدل کیوں کر قرار دیا جاسکتا ہے؟ صنف نازک پر یہ نوازش عدل ہی نہیں بلکہ اس سے بڑھ کر احسان بھی ہے۔

مرد کی قوامیت

مرد کی قوامیت کی نسبت سے قرآن کے تصور عدل اور اسلام میں عورتوں کے حقوق پر جو اعتراضات کیے جاتے ہیں وہ دیگر اعتراضات سے مختلف نہیں ہے۔ پہلے تو یہ جاننے کی ضرورت ہے کہ قوام کسے کہتے ہیں۔ قوام کہتے ہیں گھر کے نظم و انصرام کو قائم رکھنے والے اور اہل خانہ کی ضروریات پوری کرنے والے کو۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو قوامیت کوئی منصب نہیں بلکہ ایک بڑی ذمہ داری ہے۔ رہنے کی جگہ کون سی ہوگی؟ اس سے گھر کے کسی فرد کو کوئی مطلب نہیں۔ لیکن قوام کو اس مسئلہ کا حل نکالنا ہے کیوں کہ یہ اس کا فریضہ ہے۔ جگہ کیسی ہوگی؟ اس پر اظہار خیال کے لئے سب آزاد ہیں۔ بیوی بھی اور بچے بھی۔ ان سب کی خوابوں کی تعبیر قوام ہی کو ڈھونڈنی ہے۔

اسی طرح اہل خانہ کیسے کھائیں پئیں گے؟ اس پر سوچنا ہے صرف قوام کو۔ کیا کھائیں گے پئیں گے؟ اس کی تفصیلات فراہم کرنے کے لئے سارے اہل خانہ آزاد ہیں۔

اسی طرح سب کی پوشاک کا نظم کیسے ہوگا؟ اس بابت فکر کرنی صرف قوام کو۔ کیسا نظم ہوگا؟ اس سلسلہ میں مشورہ دینے کے مجاز تمام اہل خانہ ہیں۔

غور کیجئے یہ قوامیت منصب ہے یا ذمہ داری؟ اب اس ذمہ داری کو ادا کرنے کے لئے گھر کے اس فرد کا انتخاب ہونا چاہئے جو خَلقی اور خُلقی دونوں پہلوؤں سے اس کا زیادہ اہل ہو۔ اور یہ اہلیت نہ صنف نازک میں ہے اور نہ جسمانی و فکری لحاظ سے کمزور بچوں میں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَی النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰہُ بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ وَ بِمَا اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِھِمْ. (النساء:۳۴)	مرد عورتوں کے قوام ہیں اس وجہ سے کہ اللہ نے ایک کو دوسرے پر فضیلت بخشی ہے اور اس وجہ سے بھی کہ انہوں نے اپنے مال خرچ کئے ہیں۔

اہل خانہ کی کفالت کے لئے زراعت جیسے پر مشقت پیشہ سے بھی وابستگی اختیار

کرنی پڑسکتی ہے، گرمی میں اپنا خون جلا کر اور جاڑے میں کڑاکے کی ٹھنڈ برداشت کر کے اہل خانہ کے لئے غلہ پیدا کرنے اور اسے کھانے کے لائق بنانے کی خدمت انجام دینی ہے قوام کو۔

اہل خانہ کی کفالت کے لئے تجارت جیسے صبر آزما پیشہ کو بھی اختیار کرنا پڑ سکتا ہے۔اس کے لیے بازاروں، علاقوں اور ملکوں کا دورہ کرنا پڑتا ہے اور سرد و گرم ہر قسم کے حالات سے نبرد آزما ہونا پڑتا ہے۔لین دین میں صاحب معاملہ کے ساتھ سختی سے بھی پیش آنا پڑتا ہے۔تب کہیں جا کر وہ کمائی ہوتی ہے جس سے اہل خانہ کے مسائل حیات حل کئے جاسکتے ہیں۔ان مراحل سے گزرنا ہے قوام کو۔

اہل خانہ کی کفالت کے لئے ملازمت بھی اختیار کرنی پڑسکتی ہے ایسی ملازمت جہاں سخت محنت ہو نامساعد حالات کا سامنا ہو، بدمزاج وخودغرض لوگوں کا ساتھ ہو، پھر اس ملازمت کی کمائی سے اہل خانہ کی خوراک اور پوشاک کا انتظام کرنا ہے اور یہ انتظام کرے گا قوام۔

زندگی کے یہ سارے مسائل جس پامردی کے ساتھ ایک مرد حل کرسکتا ہے صنف نازک کے لئے ممکن نہیں۔کیا اس کے باوجود بھی مرد کی قوامیت کو اسلام کا ظالمانہ فیصلہ قرار دیا جائے گا؟ مغربی ممالک میں آزادیٔ نسواں نے جو گل کھلائے ہیں ان سے آج کی یہ گلوبل دنیا ناواقف نہیں ہے۔آج پوری دنیا میں جنسی نظریات کا پھیلاؤ بھی اس ناعاقبت اندیشانہ اعتراض اور اس کے غیر فطری حل کا ہی نتیجہ ہے۔

اسلام نے صنف قوی کو قوامیت کی ذمہ داری سونپ کر خاندانی ریاست کے ساتھ کمال عدل کا معاملہ کیا ہے۔ممکن ہے مرد کی قوامیت تصور مساوات کے منافی معلوم ہوتی ہو لیکن یہ عدل کے عین مطابق ہے۔

ایک اہم شرعی پابندی حجاب

قرآن نے عورتوں کے لیے پردہ کا حکم نازل کیا ہے، پردہ کے اس حکم سے مقصود عورتوں کا حبس بے جا نہیں ہے بلکہ ان کی عصمت وعفت کی حفاظت ہے، لیکن شیطانی

قوموں کی طماعی اوران کی جنسی انارکی اس عصمت وعفت کی حفاظت کوجبس بے جا کا نام دے کرعورتوں کو اپنی ہوس کا شکار بنانے کا راستہ پیدا کرنا چاہتی ہیں۔ اسلام نے اسی ناجائز راستہ کو روکا ہے۔ ایک جگہ فرمایا:

يَـا نِسَـاءَ النَّبِـيِّ لَسْتُنَّ كَـأَحَدٍ مِّنَ النِّسَـاءِ إِنِ اتَّـقَيْتُـنَّ فَلا تَـخْـضَـعْـنَ بِـالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِىْ فِىْ قَلْبِهِ مَرَضٌ وَ قُلْـنَ قَـوْلًا مَّـعْـرُوْفًـا وَ قَـرْنَ فِـىْ بُيُـوْتِـكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُوْلٰى وَ أَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَ آتِيْنَ الزَّكَاةَ وَ أَطِعْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهُ إِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا.

(الأحزاب:۳۲۔۳۳)

اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی مانند نہیں ہو، اگرتم تقویٰ اختیار کرو تو لہجہ میں نرمی نہ دکھاؤ کہ جس کے دل میں کوئی بیماری ہے وہ کسی طمع خام میں مبتلا ہو جائے اور بات معروف کے مطابق کہو اور اپنے گھروں میں ٹک کے رہو اور سابقہ جاہلیت کے سے انداز اختیار نہ کرو اور نماز کا اہتمام رکھو اور زکاۃ دیتی رہو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اللہ تو بس یہ چاہتا ہے اے اہل بیت نبی! کہ تم سے آلودگی کو دور کرے اور تمہیں اچھی طرح پاک کرے۔

اسی سورہ میں آگے فرمایا:

يٰأَيُّهَا الَّـذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِـيِّ إِلَّا أَنْ يُّـؤْذَنَ لَـكُـمْ إِلٰى طَعَـامٍ غَيْـرَنَـاظِـرِيْـنَ إِنٰـهُ وَ لٰكِنْ إِذَا دُعِيْتُمْ فَـادْخُـلُـوْا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَـأْنِسِيْـنَ لِـحَدِيْثٍ إِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُـؤْذِى النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيِ مِنْكُمْ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَـحْيِ مِنَ الْحَقِّ وَ إِذَا سَأَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَـاسْأَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ

اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں نہ داخل ہومگر یہ کہ تم کو کسی کھانے پر آنے کی اجازت دی جائے مگر کھانے کی تیاری کے انتظار میں بیٹھے نہ رہو ہاں جب تم کو بلایا جائے تو داخل ہو پھر جب کھا چکو تو منتشر ہو جاؤ اور باتوں میں لگے ہوئے بیٹھے نہ رہو، یہ باتیں نبی کے لئے باعث اذیت تھیں لیکن وہ تمہارا لحاظ کرتے تھے اور اللہ

ذٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَ قُلُوْبِهِنَّ وَ مَاكَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَا أَنْ تَنْكِحُوْا أَزْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا. (الأحزاب:۵۳)

حق کے اظہار میں کسی کا لحاظ نہیں کرتا اور جب تم کو ازواج نبی سے کوئی چیز مانگنی ہو تو پردے کی اوٹ سے مانگو یہ طریقہ تمہارے دلوں کے لئے بھی زیادہ پاکیزہ ہے اور ان کے دلوں کے لئے بھی اور تمہارے لئے جائز نہیں کہ تم اللہ کے رسول کو تکلیف پہنچاؤ اور نہ یہ جائز ہے کہ اس کی بیویوں سے کبھی اس کے بعد نکاح کرو اور یہ اللہ کے نزدیک بڑی سنگین باتیں ہیں۔

يٰأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَ بَنَاتِكَ وَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ذٰلِكَ أَدْنىٰ أَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ. (الأحزاب:۵۹)

اے نبی اپنی بیویوں ، اپنی بیٹیوں اور مومنوں کی عورتوں سے کہو کہ وہ اپنے اوپر اپنی بڑی چادروں کے گھونگھٹ لٹکا لیا کریں یہ اس بات کے زیادہ قریب ہے کہ ان کا امتیاز ہو جائے پس ان کو کوئی ایذا نہ پہنچائی جائے۔

ان آیات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کو غیر محرم مردوں سے پردہ کرنے کا حکم اس لئے دیا گیا ہے کہ:

(الف) کسی عورت سے کسی مرد کا اختلاط اس کے شوہر کے لئے اذیت کا باعث ہے اور یہ کیفیت ہر باعزت اور غیرت مند شوہر کی ہوتی ہے۔

(ب) عورت کی بے حجابانہ آمد و رفت سے اس کی عفت و پاک دامنی کے داغ دار ہونے کا اندیشہ رہتا ہے۔

(ج) حجاب عورت کے شریف ، باعزت ، حیادار اور باکردار ؛ علامت ہے۔

(د) حجاب والی عورت کی طرف کوئی بازاری آدمی نظر بد اٹھانے اور اپنی خواہش

کی تکمیل کے لیے اقدام کرنے کی جرأت نہیں کرسکتا۔

(ہ) حجاب عورت کو اس کے باحیا اور باکردار ہونے کا احساس دلاتا ہے۔

(و) حجاب اس کے حسن ظاہری اور حسن باطنی دونوں کو نکھارتا ہے۔

غور کیجئے کہ حجاب کے یہ فوائد عورت کی شخصیت کو نکھارنے والے، اس کی پھول سی ہستی کو تحفظ فراہم کرنے والے اور اس کی مسرتوں میں اضافہ کرنے والے ہیں یا اس پر ستم ڈھانے والے ہیں؟ صنف نازک کی نزاکت کا یہ بنیادی تقاضا تھا کہ اس کے جمال وکمال کو غیر فطری طریقہ سے متأثر ہونے سے بچایا جائے اور اسلام نے یہی کیا ہے کیا یہ اس کے ساتھ عدل نہیں ہے؟

یہ اور اس طرح کے جتنے اسلامی امور و معاملات ہیں سب کے سب سرتاپا عدل پر مبنی ہیں کم از کم میرے علم میں تو نہیں ہے کہ کسی نے اسلام کے تصور عدل کو علمی، عقلی اور اخلاقی دلائل سے غلط ثابت کیا ہو، اب تک معاندین اسلام نے جن جن پہلوؤں سے اسلام کے تصور عدل پر نشانہ سادھا ہے ان کے یہ سارے نشانے تصور مساوات پر ہی جا کر لگے ہیں۔ جو نہ تو اسلام میں کلیۃً مطلوب ہے اور نہ ممکن۔ اس لئے ہمیں عدل وقسط اور مساوات میں فرق کرنا چاہئے اور اسلامی تعلیمات کو ان کے صحیح تناظر ہی میں پیش کرنا چاہئے۔

حواشی ومراجع

۱۔ ابو ہلال الحسن بن عبداللہ بن سہل العسکری المتوفی ۴۰۰ھ۔ الفروق اللغویۃ، مادۃ: القسط والعدل

۲۔ الامام احمد بن حنبل۔ مسند الامام احمد بن حنبل، ج:۴، ص:۳۹۶

۳۔ اردو اور عربی کی بیشتر تفاسیر میں " فاصلحوا بینھما بالعدل و أقسطوا " کے عدل اور قسط کے مفہوم کو الگ الگ نمایاں نہیں کیا گیا ہے۔

۴۔ تفصیل کے لیے ڈاکٹر رضی الاسلام ندوی کا مقالہ۔ اسلامی نظام وراثت میں عورت کا حصہ'' ملاحظہ کیجئے جو مجموعۂ مقالات سمینار منعقدہ ۶۔۷/ نومبر ۲۰۱۰ء زیر اہتمام ادارہ علوم القرآن شبلی باغ علی گڑھ میں شامل ہے۔ جس کا مرکزی موضوع تھا: معاشی مسائل اور قرآنی تعلیمات''

☆☆☆